اسلامی تعلیمات اور اجارہ

مولانا محمد اطہر نعیمی سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل

نوٹ: اسلامی نظریاتی کونسل میں اجارہ کے موضوع پر بحث کے دوران، مولانا محمد اطہر نعیمی صاحب نے یہ مقالہ اسلامی نظریاتی کونسل کو پیش کیا تھا اور یہ کونسل کی رپورٹس کا ایک حصہ ہے۔ہم اسے قارئین فقہ اسلامی کے لئے شائع کررہے ہیں......(مجلس ادارت)

اسلامی معاشرہ میں نظام معیشت کی نوعیت یا حیثیت کا تعین اسلامی نظریہ حیات ہی کی روشنی میں ممکن ہے اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اسلامی نظریہ حیات خالق کائنات اور محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کے احکام وتعلیمات میں منحصر اور انہیں پر مدون ہے لہذا اسلامی نظام معیشت کی نوعیت بھی انہیں تعلیمات اور اسلام کے فلسفہ اخلاق کی رہین منت ہے۔اسلامی نظریہ حیات اور فلسفہ اخلاق کا مقصد اولین عصبیت کو ختم کرتا ہے۔اس نظریہ حیات میں رنگ ونسل علاقائی وجغرافیائی حدبندیوں کی گنجائش نہیں، یہ فلسفہ اخلاق لسانی درجہ بندیوں اور اس کے فرق کی یکسر نفی کرتا ہے۔اس لئے اسلام کے معاشی نظام یا کسب معاش کے طرق وذرائع میں قبیلہ یا طبقہ کو فوقیت یا privilege حاصل نہیں بلکہ اس کے برخلاف اسلام نے تمام بنی نوع انسان کو دنیا کی نعمتوں سے استفادہ کا حق دیا ہے۔

اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز فرما کر ''ولقد کرمنا بنی آدم'' کرامت کا تاج اس کے زیب سر فرمایا اور اس کو اس انعام کرامت سے سرفراز فرمایا اور اس کی زندگی کا طرہ امتیاز ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر''۔قرار دیا اور یہ تعلیم کی حد تک نہیں بلکہ بندہ کو مامور کیا گیا کہ اگر خطہ زمین پر اقتدار واختیار حاصل ہو تو بندہ مومن کا فریضہ یہ ہوگا کہ وہ اقامت صلوۃ وادائے زکوۃ میں غفلت نہ کرے جس کا اشارہ سورہ حج کی آیت ۴۰ میں کیا گیا ہے۔

حیات انسانی کے لئے مسبب الاسباب نے عالم اسباب میں معاش کو ایک سبب قرار دیا اور اس سبب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے مربوط کیا یا آئینہ دار ٹھہرایا اور کتاب ہدایت میں متعدد مقامات پر اس کی تعلیم دی اس سلسلہ میں محسن انسانیت ﷺ کے اقوال واعمال عالم انسانیت کے لئے عموماً

☆ابسط وجهك للناس تكسب ودهم والن لهم الكلام يحبوك وتواضع لهم يجلوك.☆

اور ملت مسلمہ کے لئے خصوصا رہبری اور دستگیری کرتے ہیں۔

اسلام نے کسب معاش کے لئے جو بنیادی اصول متعین کئے اور بندوں کو اس کا پابند کیا وہ کسب کا حلال اور طیب ہونا ہے اس لئے اسلامی تعلیمات کے مطابق رزق کے حلال ہونے کو بہت اہمیت حاصل ہے۔آسانی کے لئے بہت سی چیزوں کی تخصیص کی گئی تاکہ حلال وحرام ممیّز وممتاز ہو جائیں۔

ذریعہ حصول رزق ، (پیشہ)profession کے مناسب اور غیر مناسب جائز و ناجائز ہونے کے لئے شرائط وضع کر دیئے گئے جس کی تائید سورہ مائدہ ۱۲ سے ہوتی ہے (جس میں رب کریم نے فرمایا ''یقیناً اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا اور ان میں سے بارہ نقیب مقرر فرمائے اور اللہ تعالی نے ان (بنی اسرائیل) سے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم ٹھیک طریقہ پر نماز ادا کرتے رہے اور زکوۃ ادا کرتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لاکر ان کی مدد کرتے رہے اور اللہ تعالی کو قرض حسنہ دیتے رہے تو میں ضرور تم سے تمہارے گناہ دور کر کے تمہیں اس جنت میں داخل کروں گا جس میں نہریں جاری ہیں اور جس نے اسکے بعد کفر کیا (نافرمانی کی) وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا)۔

یہاں یہ عرض کرنا برمحل ہوگا کہ اسلام نے معاشرت' معیشت اور انسانی اقدار کے ہر مرحلہ پر اخلاقیات کو بنیادی حیثیت دی ہے' چنانچہ اسلامی نظام معیشت میں عقیدہ اور اخلاقی اقدار کے تحت افراد کے لئے کسب معاش کے لئے ضابطے اور طریقے مقرر فرمائے امور حصول معاش کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑا بلکہ ضبط ونظام کا پابند کیا تاکہ جسم اور روح دونوں کی پاکیزگی باقی رہے اور حلال وطیب کے اصول باقی رہیں۔جب معاشرتی قدریں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے جذبہ سے عاری ہوجاتی ہیں تو معاشرہ تباہی و بربادی کی جانب جانے لگتا ہے حلال وحرام پاکیزہ وطیب کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے اور یہی شرف انسانیت کے زوال کا باعث ہوتا ہے۔

موجودہ دور جو ترقیاتی (سائنس اور ٹیکنالوجی کا) دور کہا جاتا ہے اور ہر چیز کو جدیدیت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے اس میں معاشیات کو بھی جدید وقدیم میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور جدید معاشیات میں حصول رزق کو حصول دولت کہا جاتا ہے۔اسلامی معاشیات ہوں یا جدید انداز حصول رزق کچھ وہی

اصول ہیں۔کیا پیدا کیا جائے۔کس طرح پیدا کیا جائے اور کس شے کو پیدا کیا جائے لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ اسلامی معاشیات نے حرام و ناپاک چیزوں کے تعین کے بعد حصول رزق کی عام اجازت دی ہے۔

کس طرح پیدا کیا جائے کے سلسلہ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مسئلہ انفرادی ہے اور اس بارے میں یہ کہنا کافی ہوگا کہ رزق کا حصول جائز طریقوں پر ہو۔خواہ یہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر البتہ اگر حکومت اسلامی ہو تو اس کا فرض یہ ہے کہ وہ معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کرے تاکہ کوئی شخص حصول رزق سے محروم نہ رہے۔

جہاں تک کس لئے پیدا کیا جانے کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں اگر کوئی شخص جائز طریقوں پر اپنی ضروریات سے زائد حاصل کرتا ہے تو اس صورت میں اس پر پابندی نہیں۔اسلام کے نظام معیشت میں درجات کی بھی کوئی حیثیت واہمیت ہے البتہ حق معیشت یا ذرائع معیشت ایک ہی طرح کے ہوں لیکن اہمیت اس بات کی ہے کہ حصول رزق کے اسباب سب کے لئے ہوں سورہ زخرف ۳۲ میں رب کریم نے فرمایا ان کے درمیان سامان زیست کو دنیاوی زندگی میں ہم نے خود تقسیم کیا ہے اور مراتب (درجات) میں بعض کو بعض پر ہم نے بلند کیا تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔

رب کریم کی عطا میں گوناگوں مصلحتیں اور حکمتیں ہیں کسی کو انعام وکرام سے نواز کر غنی کر دیا کسی کو استقامت کے مظاہرہ کے لئے فقر میں مبتلا کر دیا کوئی جسمانی صحت وتندرستی سے سرفراز ہوا تو کوئی فنی مہارت یا کسی ہنر میں ممتاز ہوا تو کسی کو ریاضی یا سائنس کی پیچیدہ گتھیوں۔دقیق مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت ملی۔اگر سب لوگ کسی ایک ہنر میں ممتاز ہوتے تو نظام عالم میں توازن نہ رہتا اور اسباب معاش کے سلسلہ میں کیا کچھ کرنا نہ پڑتا۔یا آسمان سے من وسلوی کا انتظار کیا جاتا۔اسی لئے رب کریم نے اپنی حکمت کاملہ سے بعض لوگوں کو بعض امور میں صلاحیت دی تاکہ سب ایک دوسرے سے کام لے کر بزم ہستی کی رونق کا باعث بنیں، علامہ محمود آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا تاکہ بعض لوگ دوسروں سے مصلحت کے مطابق کام لیں مختلف پیشوں میں ان سے خدمت لیں اور مختلف کاموں میں ان سے استفادہ کریں تاکہ سب مل کر آرام وراحت کی زندگی بسر کریں اور آسائش پر رسائی

حاصل کریں۔اس آیت کے علاوہ بھی رب کائنات نے حصول رزق یا ذریعہ معاش کے لئے متعدد مقامات پر ہدایات دی ہیں اب بندگان خدا اور افراد ملت مسلمہ کا فریضہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ کون سے طریقے شرعا اور اخلاقا درست ہیں اور کون سے نہیں۔

اسلامی معاشرتی تعلیمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے جن کا اس مضمون میں احاطہ ممکن نہیں اس مرحلہ پر صرف اجارہ کے بارے میں چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

اجارہ کی تعریف

اصطلاح فقہ اسلامی میں محنت مزدوری کرنے والے یا معاوضہ لے کر کام کرنے والے کو اجیر اور ان خدمات سے استفادہ کرنے والے کو مستاجر کہا جاتا ہے۔معاشرتی زندگی میں سب مل کر کام کرتے ہیں ایک دوسرے کی مدد کر کے اپنا حق المحنت وصول کر لیتے ہیں اس طرح کاروبار زندگی رواں دواں رہتا ہے اور انسان کے مدنی الطبع ہونے کا پتہ چلتا ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ صحیح انسانی زندگی ایک دوسرے کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ زندگی کے بہت سے مظاہر زبان' عادات' تمدن وثقافت وغیرہ یہ سب معاشرہ کے رہین منت ہیں اس لئے ہر فرد بھی معاشرہ کا مرہون منت ہوتا ہے۔کسب معاش میں وہ تنہا کام کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ ان گنت ہاتھ اس کام میں کارفرما ہوتے ہیں البتہ انداز مختلف ہوتے ہیں تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے ہمیں اجارہ کے بارے میں سرسری جائزہ پیش کرنا ہے۔

جیسا کہ سابق سطور میں کچھ عرض کیا گیا ہے کسی کام کی تکمیل کے سلسلہ میں کسی کی خدمات حاصل کر کے اس کو حق المحنت کی ادائیگی اجارہ کہلائے گی۔اجارہ میں بعض اوقات منفعت سے آگاہی ہوتی ہے مثلاً کپڑا سلوانے کے لئے سینے والے کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں محنت اور حق المحنت واضح ہوتا ہے بعض اوقات محنت ومشقت سے کماحقہ آگاہی نہیں ہوتی صرف اشارات منفعت کا علم ہوتا ہے۔

شریعت اسلامی نے اجارہ کی اجازت دی قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں واضح ہدایات ملتی ہیں۔سفر ہجرت کے موقع پر سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفیق

☆اقبل الناس علی ماھم علیہ وسامح مایبدمنھم واعلم ان ھذہ ھی سنۃاللہ فی الناس والحیاۃ۔☆

سفر جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کو جو راستوں کے بارے میں مہارت رکھتا تھا اور مسلمان بھی نہ تھا اس کو اجرت پر ملازم رکھا اور اس کو سواریاں سپرد کر کے تین دن کے بعد غار ثور پر آنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

اسلام معاشرتی زندگی میں اگر معاونت' ہمدردی رفاقت وغیرہ کے جذبات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تو اس کے ساتھ حقوق وفرائض کی ادائیگی اور حقوق العباد کو پورا کرنے کا اہتمام کراتا ہے جب اسلام نے اجارہ کی اجازت دی تو اس کے لئے شرائط مقرر فرمائیں تا کہ اجیر ومستاجر کے حقوق متعین ہو جائیں اور طرفین کو کوئی شکایت پیدا نہ ہو ایک یہ کہے کہ تم نے مقررہ کام مکمل نہیں کیا تو مزدور کو یہ شکایت ہو کہ تم نے حق المحنت پورا ادا نہیں کیا۔ اس لئے اسلام نے یہ واضح ہدایات دیں کہ جب اجارہ پر کسی کی خدمات سے استفادہ کیا جائے تو اس کو مزدوری یا اجرت (حق المحنت) کے بارے میں پہلے سے آگاہ کیا جائے اور مزدوری کے تعین کے بغیر اس کی خدمات سے فائدہ حاصل نہ کیا جائے تا کہ بعد میں کوئی بات ایسی نہ ہو جس سے عقد اجارہ متاثر ہو۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور سے اس وقت تک کام لینے سے منع فرمایا جب تک کہ اس کی مزدوری کا تعین نہ کیا جائے (احمد)

حقوق العباد کی پاسداری کے سلسلہ میں زور اس لئے دیا گیا ہے کہ معاشرتی زندگی میں استحصال کی نوبت نہ آئے موجودہ دور میں بیگار کا طریقہ رائج ہے ہر بالادست اپنے زیردست کو بیگار میں لگاتا ہے اور اس زیردست کو سوائے مشقت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اس بارے میں مسئلہ سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف بیگار واستحصال کی حوصلہ شکنی کے سلسلہ میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کائنات کا ارشاد ہے تین اشخاص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن میں خود مواخذہ کروں گا۔

(۱) جس نے میرے نام پر کسی کو پناہ دیکر اس کے ساتھ غداری (عہد شکنی) کی

(۲) جس نے کسی آزاد انسان کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی

(۳) اور تیسرا شخص وہ ہے جس نے کسی شخص (مزدور) سے محنت ومشقت لے کر اس سے کام

تو پورا لیا لیکن اس کی محنت ومشقت کا اجر (مزدوری) نہ دیا اور اس سے بیگار لی (مسلم)

اسلام معاشرتی زندگی میں عدل وانصاف کا بول بالا کرتا ہے وہ ایک طرف سب کو اجرت دینے کا درس دیتا ہے تو دوسری طرف اجیر کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے اس کو دیانت داری کے ساتھ فرائض ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو ہم نے کسی کام پر مقرر کیا اور اس کو اسکا حق المحنت بھی دیا لیکن اس کے باوجود بھی اس نے (مزدور تنخواہ دار نے) اس میں سے کچھ لے لیا تو یہ خیانت ہے یعنی مزدور یا تنخواہ دار نے مقررہ رقم سے زیادہ اجیر کی اجازت کے بغیر جو کچھ لیا وہ خیانت سمجھا جائے گا۔

اسلام نے اجارہ کی اجازت دیتے ہوئے اس کے لئے قواعد وضوابط تعلیم فرمائے اور یہ بتایا کہ اجارہ کے طور پر کسی کی خدمات حاصل کی گئیں تو اس کے لئے لازم یہ ہے کہ وہ خود ان خدمات کو انجام دے اور اپنی بجائے کسی دوسرے کو ان خدمات کی ادائیگی کے لئے مقرر نہ کرے آج کل معاشرتی زندگی میں یہ بات عام ہے کہ کام کی انجام دہی کے لئے معاملات طے کئے جاتے ہیں اور بعد میں کام دوسروں سے لیا جاتا ہے اس طرح شکایات پیدا ہوتی ہیں اگر کسی کام کو دیتے اور اس کو قبول کرتے وقت یہ بات طے کر لی جائے کہ کام دوسرے کاریگروں سے کرایا جائے گا اس طرح بعد میں منافقت کا خطرہ ٹل جائے گا۔

جس کام کے لئے کسی کی خدمات حاصل کی گئی ہوں تو آجر کا فرض یہ ہے کہ کام کی تکمیل پر اس کو (اجیر کو) فوراً اجرت دے دی جائے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ** یعنی مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دینی چاہئے اس کے علاوہ کسی کو مزدوری پر متعین کرنے سے پہلے اس سے کام کی نوعیت اور شرائط سے آگاہ کر دینا چاہئے ارشاد نبوی ہے **من استاجر اجیر افلیعلمہ اجرہ** یعنی مزدور کو اس کے حق المحنت سے آگاہ کیا جائے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے کو اجرت دی۔

فقہاء احناف نے اجارہ کے سلسلے میں جو شرائط مقرر فرمائی ہیں اس میں اولین شرط یہ ہے کہ اجیر ومستاجر کے درمیان معاہدہ میں لفظ اجارہ کے ساتھ ایجاب وقبول ہو اور کام کی اجرت کی ادائیگی

اس کی تکمیل کے بعد ہوگی اگر کوئی محنت کش تکمیل کار سے پہلے اجرت طلب کرتا ہے تو اسکا یہ عمل درست نہیں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں **ولیس لقصار و الخیاط ان یطالب بالاجرۃ حتی یتفرع من العمل لان العمل فی البعض غیر مستفع به فلا یستوجب الاجرته**

اجارہ کی اجازت نص قرآنی سے ثابت ہے **فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن** اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ والسلام کی خدمات سے حضرت شعیب علیہ السلام نے کئی سال استفادہ کیا جس کی منظر کشی قرآن کریم میں اس طرح کی گئی **یاابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین** حضرت شعیب علیہ السلام نے معاملات طے کرتے ہوئے فرمایا **انی ارید ان انکحک احدی ابنتی یاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشراً فمن عندک.**

مذکورہ سطور سے اجارہ کے بارے میں ثبوت وضوابط کا تذکرہ ہوا اجارہ کا دائرہ بہت وسیع ہے جس پر سب حاصلِ بحث ممکن نہیں یہاں صرف ایک شق پر مزید کچھ عرض کرنا ہے۔

مملکت خداداد پاکستان بنیادی طور پر زرعی ملک ہے آبادی کی اکثریت دیہاتوں میں اقامت گزیں ہے، جن کی معاشی ضروریات زراعت سے پوری ہوتی ہیں لیکن اس ملک میں (میری معلومات کے مطابق) زراعت کو صحیح خطوط پر نہیں اپنایا گیا۔ وہ خطہ جو ماضی میں اتنا غلہ پیدا کرتا تھا جو نہ صرف ملکی ضروریات کے لئے کافی ہوتا تھا بلکہ فاضل غلہ برآمد کیا جاتا تھا گو اس دور میں نہ وہ تو جدید انداز سے کاشت کی جاتی تھی نہ جدید مصنوعی کھاد استعمال ہوتی تھی۔ آج اس علاقہ میں پیدا ہونے والا غلہ کہاں جاتا ہے؟ ہماری غیر ذمہ داری اور بے حسی کا عالم تو یہ ہے کہ غلہ ہی نہیں بلکہ دوسری غذائی اشیاء حتی کہ آلو پیاز مرچ وغیرہ درآمد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ بات جملۂ معترضہ کے طور پر آ گئی یہ موضوع گفتگو نہیں البتہ یہ جائزہ لینا ہے کہ ملک کی بہت سی زرعی زمینیں سیم وتھور کی وجہ سے نا قابل زراعت ہو گئیں البتہ محنت کر کے انہیں قابل زراعت بنایا جا سکتا ہے۔ بعض قطعات اراضی اس لئے افتادہ پڑی ہیں کہ ان کے مالک اتنی وسیع وعریض زمینوں پر نہ خود کاشت کر سکتے ہیں نہ یہ گوارہ کرتے ہیں کہ اپنی زمینیں غریب، بے زمین کاشتکاروں کو کرایہ پر دے دیں تا کہ وہ ان زمینوں پر محنت کر کے خود بھی فائدہ حاصل کریں اور زمین کے مالک کو بھی فائدہ ہو گو بعض زمیندار ملازموں کے ذریعہ کاشت

کراتے ہیں بعض بٹائی پردے دیتے ہیں لیکن اس سے پورا فائدہ نہیں ہوتا اگر اجارہ کا طریقہ عام ہوجائے اور بے زمین کاشتکار کرایہ پر زمین حاصل کرکے کاشت کرے تو اس سے کاشتکار اور زمیندار کو تو فائدہ حاصل ہوگا ہی لیکن ملکی ضروریات بھی پوری ہوں گی۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آبادی میں اضافہ کی وجہ سے صارفین میں اضافہ ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وسائل میں بھی اضافہ ہوا ہے ٹریکٹر اور مصنوعی کھاد اور جدید ریسرچ سے غلہ کی اقسام بھی تلاش کی گئی ہیں۔

مزارعت میں اجارہ کی حیثیت امداد باہمی کی سی ہے اس میں فریقین اس قطعہ زمین سے استفادہ کرتے ہیں ایک کرایہ ادا کرکے حق المحنت حاصل کرتا ہے جبکہ دوسرا فریق اپنی زمین کا کرایہ حاصل کرتا ہے اس اجارہ میں بھی وہی صورتیں اور امور ملحوظ ہوتے ہیں جو مزارعت میں ہیں البتہ یہ معاملہ یا معاہدہ اس وقت درست ہوگا جبکہ فریقین کی کسی حالت میں حق تلفی نہ ہوتی ہو اور کوئی بات ایسی نہ ہو جو باہمی نزاع وفساد کا سبب بنے۔ اسلامی معاشرتی زندگی اور انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس کے پاس فاضل زمین ہے اس کو چاہئے کہ جس بھائی کے پاس زمین نہ ہو اور نہ کوئی ذریعہ معاش اور زمین بھی کاشت کے بغیر پڑی ہو تو وہ زمین کرایہ پر دے دے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے زمین کے افتادہ اور بلا کاشت بے مصرف پڑا رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ اس کو کرایہ پر دے دیا جائے۔ صاحب شرح معانی الاثار فرماتے ہیں حضرت رافع بن خدیج سے دریافت کیا گیا سونے چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دینا جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مشہور محقق وعالم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مسوی شرح مؤطا میں تحریر فرماتے ہیں عام اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ دراہم ودنانیر (سکوں کے عوض) اور اس کے علاوہ جو مال کی اقسام ہیں ان سب کے عوض زمین کو کرایہ پر لینا اور دینا جائز ہے۔ گزشتہ سطور میں زراعت کے لئے زمین کو اجارہ پر لینے یا دینے کے بارے میں کچھ کہا گیا ہے اس سلسلہ میں چند باتیں اور پیش کی جارہی ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی کی زمین کرایہ پر حاصل کرنا چاہئے تو مالک زمین کو پہلے یہ بتائے کہ اس زمین پر کیا کاشت کرے گا تاکہ بعد میں تنازعہ پیدا نہ ہو اگر کسی نے زمین کو کرایہ پر لینے سے پہلے یہ نہ بتایا کہ وہ اس کی زمین میں کس چیز کی کاشت کرے گا تو یہ بھی نہ کہا کہ وہ زمین پر اپنی مرضی کی چیز کاشت کرے گا تو اس لاعلمی کی وجہ سے اجارہ فاسد ہوگا۔

اگر کسی شخص نے زمین کرایہ پر لی اور کسی آفت کی وجہ سے کھیتی تلف ہوگئی یا سیلاب کی وجہ سے تباہ ہوگئی اگر دوبارہ اس موسم میں اس زمین پر بوائی ہوسکتی ہے تو کرایہ دار پر کرایہ لازم ہوگا ورنہ صرف اس مدت کا کرایہ لازم ہوگا جب تک زمین پر کھیتی موجود تھی بعد کے عرصہ کا نہیں۔ معاملہ کی درستی اسلامی معاشرتی زندگی کے بنیادی اصول ہیں اور اسلام معاملات میں کسی قسم کی بے ضابطگی گوارا نہیں کرتا چنانچہ اجارہ کے معاملات میں بنیادی عنصر یہی کارفرما ہے کہ یہ معاملہ موجب فساد نہ ہو۔

جیسا کہ میں نے گزشتہ سطور میں عرض کیا اجارہ کا دائرہ وسیع ہے اس میں مکان، زمین، سواری خواہ وہ ذی روح ہو یا مشینی اگر کرایہ پر کام کی تکمیل کے لئے کسی عوض پر لی جائے تو یہ اجارہ میں شامل ہوں گی، اس طرح نوکری، مزدوری، کاری گری، کرایہ داری وغیرہ اجارہ کے زمرے میں آتے ہیں درآں حالانکہ روزمرہ کی زبان میں انہیں میں سے بعض کو ٹھیکہ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر اپنی ملکیت پر اپنی محنت کی بجائے معاوضہ لیا جائے تو اس سلسلہ میں یہ بات قابل لحاظ ہوگی کہ اجیر مستاجر کی ماتحتی میں کام نہ کرے اگر اجیر اپنے گھر وہ کام کرتا ہے تو اس کو کاریگری کہا جائے گا۔ اور اگر اجیر مستاجر کی ماتحتی میں کام کرتا ہے تو اس میں بعض صورتیں ملازمت اور بعض مزدوری کی ہوتی ہیں۔

سابق صفحات میں حضرت شعیب وحضرت موسیٰ علیہما السلام کے باہمی معاملات کے بارے میں سورہ قصص کی آیات کے بارے میں کچھ لکھا جا چکا ہے ان آیات سے یہ چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں:

(۱) نوکری دلانے میں اہل، قوی وامین شخصیت کی نشاندہی (۲) نوکری کی حیثیت غلام یا ایسے خدمت گزار کی نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ آج کل معاشرہ میں دیکھا جاتا ہے۔ (۳) اجیر ومستاجر کے درمیان خدمت اور حق محنت کا معاہدہ غیر مبہم اور واضح ہے (۴) لازمی اور اختیاری شرائط کا اس معاہدہ میں طے ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس معاہدہ کے وقت تک اعلان نبوت نہیں کیا تھا ایسی حالت میں آپ کا ملازمت کرنا اس امر کا غماز ہے کسی مزدوری یا ملازمت کے ذریعہ معاش حاصل کرنا باعث تحقیر نہیں بلکہ محنت کر کے کسب حلال حاصل کرنا مستحسن ہے۔ (۵) موسیٰ علیہ السلام نے معاہدہ کی تکمیل کے سلسلہ میں عبارۃ وصراحۃ ذلک بینی وبینک فرما کر معاہدہ کی تکمیل کا وعدہ فرمایا۔

☆من اعظم ابواب السعادة دعاء الوالدين فاغتنمه بيرهما اليكون لك دعاؤهم حصنا حصينا من كل مكروه. ☆

اجارہ کے سلسلہ میں یہ امر نادرست نہیں بلکہ قابل عمل بھی ہے اور مشروع بھی کہ محنت ومشقت کا اجر حاصل کیا جائے حضرت موسی علیہ السلام کی معیت میں جب حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کی مرمت فرمائی اور معاوضہ نہ لیا تو موسی علیہ السلام نے فرمایا لو شئت لاتخذت علیہ اجرا (الکھف ۷۷)

اجارہ کا دائرہ وسعت کا حامل ہے اور اس کے لئے ضخیم کتاب درکار ہے سر دست محنت ومشقت کرنے والوں کی حیثیت کیا ہے اور انہیں کیا حق محنت ملتا ہے اور ان کا حق کیا ہے۔تنگی معاش سے ستائے مزدوروں کو کمیونزم میں ہی پناہ نظر آتی ہے اور اس فتنہ سے سرمایہ دار ہی نہیں بلکہ جمہوری اور دستوری حکومتیں جو اپنی ہیئت کذائیہ کے اعتبار سے نظام سرمایہ داری کی محافظ ہیں پریشان نظر آتی ہیں۔دوسرے ممالک میں کیا ہو رہا ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے پاکستان کے سرمایہ دار مطمئن ہیں کہ پاکستان میں کمیونزم کی لعنت فروغ نہیں پاسکتی کیونکہ پاکستان کا مسلمان غربت وافلاس کے باوجود دین وملت سے بغاوت نہیں کرسکتا پیٹ کی خاطر دین وایمان کو داؤ پر نہیں لگا سکتا سوچنے کی بات یہ ہے جس قوم پر افلاس ہوتا ہے تنگ دستی گھیرتی ہے تو جسمانی صلاحیتیں اور روحانی قابلیتیں اکثر وبیشتر ماؤف ومعطل ہو جاتی ہیں اور جو قوم معاشی بدحالی کا شکار ہوتی ہے اس پر دین ودنیا کی ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں ان کا اخلاق بگڑتا ہے۔جھوٹ فریب' مکر وعدہ خلافی' خوشامد' چاپلوسی' بے حیائی' گداگری' عصمت فروشی' چوری ڈکیتی' نقب زنی اور اسی قسم کے صدہا جرائم اکثر تنگ دستی اور افلاس کے نتائج کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔اگر ملت مسلمہ کی معاشی الجھنوں کو نہ سلجھایا گیا تو یہ عمل نہ صرف دوراندیشی کے خلاف ہوگا بلکہ عقل کے صحیح استعمال کے خلاف بھی۔یہاں یہ تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ اب کمیونزم کا طلسم اپنے اثرات ختم کر رہا ہے اور ان علاقوں کے بسنے والوں کا شعور بیدار ہونے لگا ہے کہ اگر کمیونزم تقسیم دولت میں مساوات کا حامل ہے تو اس کی یہ حدود اسلام کی سرحدوں سے ملتی ہیں اور اگر کمیونزم میں عادلانہ اور مساویانہ نظریہ ہے تو وہ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن۔کے مطابق مسلمانوں کا گم گشتہ سرمایہ ہے جو دوسروں کو مل گیا ہے۔

ہمارے معاشرہ میں مزدور یا ملازم طبقہ کو ان کی محنت کے مطابق معاوضہ نہیں ملتا ان کی محنت ومزدوری

سے سرمایہ دارزیادہ فائدہ حاصل کرتا ہے جوعدل ومساوات کے خلاف ہے اسلام اپنے ماننے والوں کوقول وعمل کی ہم آہنگی کادرس دیتا ہے اوراس پرسختی سے عمل پیراہونے کاحکم دیتا ہے قرآن فرماتا ہے(لم تقولون مالاتفعلون کبرمقتاعنداللہ ان تقولوامالاتفعلون) ضرورت اس امر کی ہے کہ احکام اسلامی پرعمل پیراہوکرایسی معاشرتی زندگی کی تشکیل کی جائے جس میں اجیرومستاجر کے حقوق کی رعایت ہواورمزدوراپنی محنت کے مطابق معاوضہ حاصل کرے کیونکہ مزدورخوش دل کندکاربیش اگرمزدورخوش حال ہوگاتوامن وسکون کی فضابحال ہوگی اورملک خوشحال ہوگااوریہی اسلامی معاشرتی زندگی کامقصود ہے کہ ہرشخص اپنے حقوق کواداکرے اوراس کے حقوق کواداکیاجائے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے ماضی میں نظام معیشت کے سلسلہ میں بہت کام کیااور بہت سی قابل عمل سفارشات مرتب کیں لیکن انہیں درخوراعتناء نہ سمجھا گیااوروہی فرسودہ نظام مختلف انداز میں آج بھی جاری ہے ضرورت تواس امر کی تھی کہ قوانین کوفوری طورپرتبدیل کیاجاتااوراگرایساممکن نہ تھاتوبتدریج ایساکیاجاتااورطریق کارمیں اصلاح کی جانب توجہ دی جاتی تاکہ معیشت کواسلام کے احکام کے تحت چلاناممکن ہوسکتا۔

یہاں یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ اسلامی معیشت کوبروئے کارلانے میں ایک بنیادی عنصراخلاقیات کاہے کہایہ جاتا ہے کہ معاشیات کااسلام سے کوئی تعلق نہیں یہ تصورغلط اوراحمقانہ ہے۔اسلام کے نظام معاش میں حقوق وفرائض اوراخلاقیات اہمیت کے حامل ہیں اوراخلاقیات کاتوچولی دامن کاساتھ ہے اوراس کواخلاقیات سے جدانہیں کیاجاسکتاایک ماہرمعاشیات نے توایک بہت عمدہ اوردل لگتی بات کہی''کسی دیوارمیں کوئی کیل بھی تواخلاقیات کے بغیرنہیں ٹھونگی گئی اورآپ کہتے ہیں کہ اخلاقیات کومعاشیات سے یکسرنکال دیاجائے۔اسلام کے فلسفہ اخلاق کواپنانے والامعاشی زندگی میں کبھی بے راہ روی کاشکارنہیں ہوتااس کے ذہن میں دنیاوی فلاح اوراخروی نجات کاتصوراجاگررہتا ہے اس کے مدنظریہ بات ہوتی ہے کہ معاش کارخ معادکی جانب ہوتا ہے اوریہ وہ امورہیں کہ جن کی وجہ سے حقدارکواس کاحق دینے میں پس وپیش نہیں کرتا۔